OPEN ACCESS
Tadabbur-e-Uloom-e-Islamia Research Journal (TUIRJ)
www.tadabburjournal.com
Peer Reviewed Journal
ISSN (print):
ISSN (online):

Tadabbur-e-Uloom-e-Islamia (TUIRJ)
Volume:1, Issue:2, July 2020

قرآنِ مجید کے تدوینی ادوار: ایک تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Editing the Holy Quran

Published: 01-07-2020
Accepted: 15-05-2020
Received: 12-4-2020

Qari Abdul Nasir(Ph D(Scholar)
The University of Faisalabad & Lecturer of Islamic
Studies at the Government College University Faisalabad,
Punjab,Pakistan. E:qariabdulnasir6@gmail.com

Abstract:

I begin with the name of Allah,the Most Gracious,the Most Merciful.All praise is due to the Holy One who is the Sustaines of all creatures. Millions of blessings and peace be upon the Holy Prophet (swa), On his family and his companions.The Quran is the last book of God Almighty Which was revealed to the last Prophet,Hazrat Muhammad (swa).
No other book will be revealed until the Day of Resurrection.This divine gift is our common spiritual heritage which has reached us in transition.It can also be called the last and eternal edition of other heavenly books.From the earliest revelation to the present day , there has been no change.There was no difference in it. Not for a moment did the Holy Quran separate from the Muslims, nor did the Muslims separate from the Holy Quran.

In yhe heavenly books, the Holy Quran alone has the characteristic that it will remain in its original state till the Day of Judgment. Allah Almighty Himself has taken the responsibility of protecting it. He instructed at one place: That is, we have revealed the Quran and we will protect it. Not only words but Allah Almighty Himself has been taken the responsibility of interpreting the meanings. The revelation of the Quran was done little by little as required. Sometimes one verse and sometimes a few verses keep coming down.The order of descent was completely different from the current order. This series spanned the entire era of the Prophet (swa).Therefore, it was difficult, if not impossible,to come before the Prophet (swa) in book form like today.

However, it is important that every verse is revealed. He used to write it down and he used to write on very basic things in terms of time.This short theses includes the following about the compilation of the Quran: Methods of preserving the Quran, arranging the writing of the Quran, arrangement of Surahs and verses of Quran, copies of the Quan in the Prophet,s time, compilation of the Quran in the Age of Siddiqui Zayd,s method in compiling the Quran, characteristic of the version of Hazrat abu Bakre Siddiqe and the number of manuscripts produced during the Ottoman period.

Key Words: An,Analytical, Study, Editing, Quran-e-Majeed.

تعارف:

قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ عزوجل کی آخری لاریب کتاب ہے جو خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ قیامِ قیامت تک کوئی اور کتاب بمثلِ قرآن نازل نہیں ہوگی۔ یہ انسانی زندگی کا وُہی دستورِ عالی قام ہے جو ہمارے آباؤ اور اجدادِ اولین کو ملا تھا، اُس میں اصولی طور پر اُسی کا اعادہِ خاص اور عہد کی تجدید ہے۔ یہ اُمتِ مسلمہ کے لیے خدائی وحدہ لاشریک کا انمول تحفہ اور روحانی ورثہ ہے جو منتقل ہوتا ہوا ہم ناداروں تک پہنچا ہے۔ درحقیقت قرآنِ مجید کو دوسری آسمانی کتابوں کا آخری اور دائمی ایڈیشن بھی کہا جاتا ہے۔ قرآنِ مجید ابتدائی نزول سے لیکر اب تک بلا کسی معمولی تغیر اور تبدل کے باقی اور ساری ہے۔ اِس میں آج تک بال کے برابر فرق نہیں آیا اور نہ آئے گا ان شاء اللہ۔

یقینی طور پر قرآنِ پاک ایک لمحہ کے لیے نہ تو مسلمانوں سے جدا ہوا اور نہ مسلمان قرآنِ کریم سے الگ ہوئے۔ حقیقی معنوں میں اس میں باطل کے درآنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے:(لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ)۔[1] "قرآنِ مجید میں باطل نہ تو سامنے سے آسکتا ہے اور نہ ہی اس کے پشت سے یہ تو حکیم اور حمید کی طرف سے نازل شدہ ہے"

تمام آسمانی کتابوں میں سے قرآنِ مجید کو ہی یہ خصوصیت حاصل ہے کہ یہ قیامِ قیامت تک اپنی اصلی حالت پر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بذاتِ خود اِس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، ایک مقام پر ارشادِ خداوندی ہے:(إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ)۔[2]

"ہم نے ہی اس ذکر (قرآنِ مجید) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے"۔ قرآنِ مجید کے صرف الفاظ نہیں بلکہ معانی اور مطالب کی تشریح اور توضیح کی ذمہ داری بھی خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے لی ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنی لاریب کتاب میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:(إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ)و(فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ)اور(ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ)۔[3]"اس کو یاد کرادینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے، لہذا جب ہم اِسے پڑھ رہے ہوں اُس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِس کی قراءت کو غور سے سُنتے رہو، پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذِمہ ہے"۔

قرآنِ مجید کا نزول بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضروت تھوڑا تھوڑا ہوتا رہا کبھی ایک آیت اور بعض اوقات چند آیتیں نازل ہوتی رہیں۔ قرانِ مجید کا نزول موجودہ ترتیب سے بالکل مختلف تھا، یہ سلسلہ پورے عہدِ نبوی ﷺ کو محیط رہا بلکہ رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے آخری لمحات تک جاری رہا، اس لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آج کی طرح ایک کتابی شکل میں آنا مشکل بلکہ ناممکن تھا۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر آیت کے نزول ہوتے ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھوا لیتے تھے اور زمانہ کے اعتبار سے نہایت ہی مضبوط اور بایہ دار اشیاء پر لکھواتے بھی تھے۔ چنانچہ پورا قرآنِ مجید بلا کسی کمی اور بیشی کے لکھا گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حجرہ مبارکہ میں موجود تھا، اُس میں نہ تو کوئی آیت لکھنے سے رہ گئی تھی اور نہ ہی اُس کی ترتیب میں کوئی کمی تھی۔ البتہ

تمام قرآنی سورتیں الگ الگ تھیں اور متعدد اشیاء پر لکھی ہوئی تھیں۔ کتابی شکل میں جلد بندی اور شیرازہ بندی نہیں ہوئی تھی :یعنی پورا قرآنِ مجید رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہدِ بابرکت میں لکھا جاچکا تھا، لیکن کسی خاص مقام پر جمع نہیں تھا۔

اِس کے علاوہ عہدِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حفاظتِ قرآنِ مجید کا سب سے اہم طریقہ حفظ کا تھا۔ اصحابِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی بڑی تعداد قرآنِ حکیم کی حافظ تھی اور اہلِ عرب کے رواج کے مطابق حفاظتِ قرآن کے لیے حفظ پر زیادہ زُور دیا جاتا تھا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جب وصال ہوا تو اُس وقت قرآنِ مجید کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جو ضبطِ تحریر میں نہ آچکا ہو لیکن یہ تحریریں مختلف اصحابِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پاس بکھری ہوئی تھی، کسی خاص کتاب کی شکل میں موجود نہ تھیں۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو قرآنِ کریم کو کتابی شکل میں جمع کرایا اور حضرت عثمانِ غنی نے اُس کی محقق نقول تیار کر کے ہر طرف پھیلایا بلکہ پوری امتِ مسلمہ کو اِس پر جمع بھی کیا، آج تک قرآنِ مجید اُسی اصلی حالت میں ہمارے پاس موجود ہے۔

قرآنِ مجید کی حفاظت کا طریقہ کار:

ابتدائی نزولِ وحی سے قرآنِ مجید کی حفاظت جس طرح لکھ کر ہوئی ہے اِس سے کہیں زیادہ حفظ کے ذریعہ سے ہوئی ہے۔ سینہ بہ سینہ حفظِ قرآن کی خصوصیت صرف اِسی آخری لاریب کلام الٰہی کو نصیب ہوئی، تورات، انجیل، زبور اور دیگر دوسری آسمانی کتابوں اور صحیفوں کی حفاظت صرف سفینہ میں ہوئی اِس لیے وہ تغیر و تبدل اور طرح طرح کے حوادث کا شکار ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے صرف قرآنِ مجید کے سلسلے میں اپنے محبوبِ گرامی کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:(وَمُنزِلٌ عَلَيْكَ كِتَابا لا يغسلُهُ الماء)۔[4]

"یعنی میں بذاتِ خود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایسی کتاب نازل کرنے والا ہوں جس کو پانی نہیں دھو سکے گا"۔

غرض یہ ہے کہ قرآنِ حمید کی حفاظت شروع شروع میں سب سے زیادہ حافظہ کے ذریعہ سے ہوئی اور تحفظِ قرآن کا سب سے اہم ذریعہ یہی ہے اِسی وجہ سے آج تک یہ کتابِ مقدس اپنی اصل حالت پر باقی ہے۔ اصحابِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے خداداد بے نظیر حافظے کو زمانہ جاہلیت کے اشعار، انسابِ عرب حتیٰ کہ اُونٹوں اور گھڑوں کی نسل در نسل کے حفظ سے بے نیاز اور الگ ہو کر آیاتِ الٰہی کے حفظ پر لگا دیا۔

اہلِ عرب کے ضربُ المثل حافظے نے چند ہی دنوں میں ہزاروں حفاظ کلام الٰہی کو معرضِ شہود میں لا کر کھڑا کر دیا۔ حفاظِ کرام کی کثرت کا اندازہ اُس سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف جنگِ یمامہ میں شہید ہونے والے حافظوں کی تعداد سات سو تھی، اور الجامع الصحیح البخاری کے حاشیہ میں اُن حفاظِ کرام کے شہیدوں کے بارے میں وضاحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے: (وكانَ عِدَةُ مِنَ القراءِ سَبْعُ مِائَةٍ)۔[5]

رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب حضرت جبریل امین علیہ السلام نے جب قرآنِ مجید پڑھ کر سناتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلدی جلدی دہرانے میں لگے تھے تاکہ خوب پختہ ہو جائے، اِس پر اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنی کتابِ لاریب میں ارشاد فرماتے ہیں:(لَاتُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ)اور)إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ)۔[6] یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قرآنِ مجید کو جلدی جلدی یاد کر لینے کی غرض سے اپنی زبانِ مبارک کو حرکت نہ دیجیے (اِس لیے کہ) قرآنِ کریم کو جمع کرنے اور اُس کو پڑھوانے کی ذمہ داری ہمارے ہی اُوپر ہے۔

قرآنِ مجید کی کتابت کا اہتمام:

قرآنِ مجید کو زبانی یاد کرنے اور کرانے کے ساتھ ہی سرکارِ دُوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آیاتِ مبارکہ کی حفاظت کے لیے کتابت (تحریر الکھانے) کا بھی بسیار خوب اہتمام فرماتے تھے، نزولِ وحی کے ساتھ ہی بلا کسی تاخیر آیاتِ قرآنی کو قلم بند کرادیتے تھے: (فکان اذا نَزَلَ علیه الشیءُ دعا بَعْضَ مَنْ کان یَکْتُبُ فیَقُوْلُ: ضَعُوْا هذا فی السورةِ التی یَذْکُرُ فیها کذا وکذا)۔[7] چنانچہ رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جب بھی کوئی آیتِ مبارکہ نازل ہوتی تو بلا تاخیر جو لکھنا جانتے تھے اُن میں سے کسی کو بلاتے اور اِرشاد فرمایا کرتے تھے کہ اِس آیتِ بابرکت کو اُس سورت میں لکھو جس میں فلاں فلاں آیتیں موجود ہیں۔

اور مجمع الزوائد میں یہاں تک لکھا ہوا ہے: (کان جبریلُ علیه السلام یُملیٰ علیٰ النبی صلیٰ الله تعالیٰ علیه وسلم)۔[8] رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کو حضرت جبریلِ امین علیہ السلام قرآنِ مجید لکھواتے تھے۔ اور مسندِ امام احمد بن حنبل رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: (آتانی جبریلُ فَاَمَرَنِیْ)۔[9] حضرت جبریلِ امین علیہ السلام نے آکر مجھے (فلاں آیت کو فلاں جگہ رکھنے کا) حکم دیا"۔ غرض یہ ہے کہ سرکارِ دُوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بذاتِ خود آیاتِ مبارکہ کے لکھوانے کا بھی خوب اہتمام فرماتے تھے اور لکھوانے کے بعد سُن بھی لیتے تھے۔ اگر کوئی کمی اور بیشی معلوم ہوتی تو اُس کی اصلاح بھی فرمادیتے تھے: (فان کان فیه سَقَطٌ اَقَامَهُ)۔[10]

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کے بعد لکھی ہوئی آیاتِ مبارکہ کو اپنے پاس محفوظ فرمالیتے تھے۔ اصحابِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اکثر اور بیشتر حضورِ پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جاکر قرآنِ مجید کو لکھنے کے ساتھ ساتھ یاد کر کے سناتے بھی تھے۔ اِس طریقہ کار کے مطابق بہت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پاس رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لکھوائی ہوئی تحریرات یعنی آیاتِ مبارکہ موجود تھیں۔ بعض اصحابِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پاس پورا پورا قرآنِ مجید تحریر کردہ مجسم موجود تھا۔

قرآنِ مجید کے سامانِ کتابت:

نُزولِ قرآنِ مجید کے زمانہ میں ایجادات اور مصنوعات کی کمی ضرور تھی جس طرح آج کاغذ قلم اور دوات کی بے شمار اقسام دریافت شدہ ہیں۔ اُس زمانہ میں اتنی ہر چیز نہ تھیں لیکن اِس کا یہ مطلب بھی نہیں تھا کہ اُوقت کاغذ اور کتابیں دریافت نہ تھیں یمن، روم اور فارس میں کتب خانے بھی تھے، یہود اور نصاریٰ کے پاس کتابوں کا ذخیرہ موجود تھا اُس زمانے میں "کاغذ" وغیرہ کی کارخانے بھی تھیں لیکن کثیر پیمانے پر نہ ہونے کی وجہ سے کاغذ وغیرہ ہر جگہ اور مقامات میں دریافت نہ تھے، اِس لیے لکھنے کے لیے جو چیز بھی قابل اور پایہ دار سمجھ میں آتی اُس پر قرانِ مجید کو لکھ لیا جاتا تھا۔[11]

قرآنِ حکیم کی کتابت کے لیے بھی اُس وقت کی ایسی پایہ دار اشیاء استعمال کی گئیں جن میں حوادث اور آفات کے مقابلے

کی بھرپور صلاحیت رکھتی تھیں تاکہ ایک عرصہ دراز تک قرآنِ مجید کو آسانی کے ساتھ محفوظ رکھا جا سکے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی تحقیق کے مطابق کتابتِ قرآن میں استعمال شدہ اشیاء درج ذیل ہیں:

☆۔ زیادہ تر پتھروں کی چوڑی اور پتلی سلوں (لِخَاف) کو استعمال کیا گیا تھا۔ اور بالفاظِ دیگر اس کو ہم سلیٹ کہہ سکتے ہیں۔

☆۔ اُونٹوں کے مونڈھوں کی چوڑی گول ہڈیوں (کَتِف) پر بھی لکھا گیا مونڈھ کی ہڈیوں کو گول تراش کر تیار کیا جاتا تھا۔

☆۔ پُوست یعنی چمڑوں اور کھالوں کے باریک پارچوں (رِقَاع) پر بھی قرآنِ مجید لکھا جاتا تھا، اِن ٹکڑوں کو نہایت باریک بینی سے تیار کرنے کے ساتھ ساتھ صرف لکھنے کے لیے ہی تیار کیے جاتے تھے، خاص کر گوشت خُور ملکوں میں بڑے پیمانے پر اِس کی بڑی کثرت تھی۔

☆۔ اصحابِ کرامؓ بعض اوقات دوسری اشیاء نہ ملنے کی صورت میں بانس کے ٹکڑوں پر بھی آیاتِ مبارکہ کو تحریر فرمایا کرتے تھے

☆۔ جان نثار صحابہؓ درخت کے چوڑے اور صاف پتوں کو بھی کم و بیش آیاتِ قرآنیہ کی کتابت کے لیے استعمال میں لایا کرتے تھے

☆۔ کھجور کی شاخوں کی چوڑی جڑوں (عَسِیْب) اور جڑے ہوئے پتوں کو کھول کر اُن کی اندر کی جانب بھی آیاتِ مبارکہ لکھی جاتی تھی۔

☆۔ محدثینِ کرام کی جانب سے بھی یہ وضاحت ملتی ہے کہ انہوں نے ایک خاص کاغذ پر قرآنِ مجید کی کتابت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔[12]

قرآنِ مجید کی سورتوں و آیتوں کی ترتیب:

تمام امتِ مسلمہ کا اِس بات پر اجماعِ کامل ہے کہ قرآنِ مجید میں سورتوں اور آیتوں کی ترتیب توقیفی ہے یعنی رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بذاتِ خود حضرت جبریلِ امین علیہ السلام سے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ عزوجل کے حکم سے پورا قرآنِ حکیم مرتب طور پر لکھوایا آج بھی اُسی ترتیب سے قرآنِ مجید لکھا اور پڑھا جا رہا ہے اور قیامِ قیامت تک اِسی طرح رہے گا۔ پورا قرآنِ مجید بائیس سال، پانچ ماہ اور چودہ دنوں میں نازل ہوا۔[13]

بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت کبھی ایک آیت کبھی چند آیتیں اور بعض اوقات پُوری سورت کی شکل میں آیاتِ مبارکہ نازل ہوتی رہیں اور ساتھ ہی یہ بھی حکم ہوتا کہ اِس کو فلاں سورت کے فلاں مقام پر رکھ دیجیے، چُنانچہ کاتبینِ وحی کو بلا کر رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنفسِ نفیس فرماتے: (ضَعُوْاھَا فِیْ مَوْضِعِ کذا)۔[14] یعنی اِس آیتِ مبارکہ کو فلاں مقام پر رکھ لیا کرو۔

عہدِ نبویؐ میں قرآنِ مجید کے نسخے:

جیسا کہ اُوپر گذر چکا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزولِ وحی کے ساتھ ہی آیاتِ مبارکہ کو لکھوالیا کرتے تھے اور تحریر کروانے کے ساتھ ساتھ سُن بھی لیتے تھے، پھر اُسے اپنے پاس محفوظ فرمالیتے تھے اِسی وجہ سے آپ ﷺ کے پاس پورا قرآنِ مجید لکھی ہوئی شکل میں بھی موجود تھا، لیکن ایک جلد میں مُجلد نہ تھا بلکہ مختلف چیزوں پر لکھا ہوا تھا۔ اصحابِ کرام علیہم الرضوان میں سے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے وہ خدمتِ نبوی ﷺ میں پہنچ کر آیاتِ مبارکہ لکھ لیتے تھے جب کسی سُورت میں آیت کا اضافہ ہوتا تو معلوم کرکے مرتب فرمالیتے تھے۔ اِس طور اور طریقہ کے مطابق بہت سے اصحابِ کرام علیہم الرضوان کے پاس سرکارِ دوعالم ﷺ کا مصدقہ نسخہ قرآن موجود تھا۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعض صحابہ علیہم الرضوان کے پاس پورا قرآنِ مجید بھی موجود تھا اور بعض کے پاس چند سورتوں اور چند آیتیں تھیں۔ لکھنے اور لکھوانے کا سلسلہ بالکل ابتداءِ اسلام سے کثرت کے ساتھ جاری اور ساری تھا۔ اِس کی زندہ مثالیں اور شہادتیں مندرجہ ذیل روایتوں سے ملتی ہے:

☆۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے والی روایت میں ہے کہ اُن کی بہن فاطمہ اور بہنوئی سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما اُن سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے، اور وہ لوگ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرآنِ مجید پڑھ رہے تھے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت غضب ناک حالت میں اُن کے پاس پہنچے تو اُن کے سامنے ایک صحیفہ موجود تھا، جس کو انہوں نے چھپادیا تھا اُس میں سورت طٰہٰ کی آیاتِ مبارکہ لکھی ہوئی تھیں۔[15]

☆۔ امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ نے "کتاب الجہاد" میں ایک روایت نقل کی ہے جس میں ہے کہ رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے مصاحف (تحریر شدہ قرآنِ مجید) کو لے کر دشمنوں کی سرزمین میں جانے سے سختی سے منع فرمادیا تھا۔[16]

☆۔ حضرت ابو بکرِ صدیق اور حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مشورے سے جب قرآنِ کریم کے اجماعی نسخہ کی کتابت کا وقت آیا تو اُس وقت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پابند کیا گیا تھا کہ جو کوئی بھی لکھی ہوئی آیتِ مبارکہ لیکر آئے تو اُس سے دو گواہوں کی گواہی اِس بات پر لیجیے کہ یہ آیت رسولُ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے لکھی گئی ہے، چنانچہ اِس پر عمل بھی کیا گیا ہے۔[17]

مذکورہ بالا تینوں روایتوں اور اُن کے علاوہ بہت سی دیگر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بہت سے اصحابِ کرام رضوانُ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پاس آیاتِ مبارکہ لکھی ہوئی تھیں، بلکہ بعض کے پاس پورا قرآنِ مجید بھی لکھی ہوئی شکل میں موجود تھا۔

عہدِ صدیقی میں تدوینِ قرآنِ مجید:

کسی ایک خاص موقع میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: (اعظمُ الناسِ فی المصاحف اجرا ابوبکرٍ رحمہ اللہ علیٰ ابی بکر هُوَ اولُ مَنْ جَمَعَ كِتَابَ اللهِ)۔[18] یعنی قرآنِ مجید کی خدمت کے سلسلے میں سب سے زیادہ اجر اور ثواب کے حق دار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اللہ تعالیٰ عزوجل حضرت ابو بکر صدیق پر رحم

فرمائیں کہ وہ اولین شخصیت ہیں جنہوں نے جمع قرآن کا (مایہ ناز) کارنامہ انجام دیا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں مکمل قرآنِ مجید مختلف چیزوں پر لکھا ہوا تھا، سارے اجزاء الگ الگ تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرانِ مجید کی تمام سورتوں کو ایک ہی تقطیع میں اور سائز پر لکھوا کر ایک ہی جلد میں مُجلد کروانے کا کام حکومتی سرپرستی اور اجماعِ صحابہ کے ذریعہ سے انجام دیا، چنانچہ ایک ایسا نسخہ مرتب ہو گیا کہ جس کو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اجماعی تصدیق حاصل ہوئی۔

حضرت عمر فاروق اُسی خدمتِ قرآن کو حکومت کی سرپرستی میں سرانجام دینے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ خلافت اور حکومت اِس مہم کو اپنے ہاتھ میں لے اور اپنی نگرانی میں اِس کو مکمل کرائے تا کہ (بتقضائے بشری) قرآنِ مجید ضائع ہونے سے بچ جائے (ورنہ قرآنِ مجید از طرف اللہ متعال محفوظ است) اور بعد میں کتابُ اللہ میں اختلاف پیدا نہ ہو۔ حضرت زید بن ثابت کی روایت حضرت امام بخاریؒ نے نقل فرماتے ہیں کہ "جنگِ یمامہ" کے فورا بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے میرے پاس بلاوا بھیجا تو میں اُن کے پاس

پہنچا تو وہاں حضرت عمر فاروق بھی موجود تھے، سیدنا ابو بکر صدیق مجھ سے مخاطب ہوئے کہ سیدنا عمر فاروق نے ابھی آکر مجھ سے کہا کہ جنگِ یمامہ میں حفاظِ کرام کی ایک بڑی تعداد شہید ہو گئی ہے۔ اگر آئندہ اِس قسم کی لڑائیوں میں بھی اِسی طرح شہید ہوتے رہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ قرآنِ کریم کا بڑا حصہ ناپید نہ ہو جائے۔

لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ آپؓ قرآنِ مجید کو جمع کرنے کا حکم دے دیں میں نے کہا کہ جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا ہے، وہ ہم کیسے کریں؟ سیدنا عمر فاروقؓ نے جواب دیا کہ بہ خدا! یہ کام بہتر ہے۔ اُس کے بعد سیدنا عمر فاروقؓ بار بار مجھ سے یہ کہتے رہے یہاں تک کہ مجھے بھی اِس کام پر شرحِ صدر ہو گیا اور اب میری رائے بھی وہی ہے جو حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کی ہے۔ اور حضرت زید بن ثابت کے بارے کہا گیا:

(اِنك رجلٌ شابٌ عاقلٌ، لانَتهِمُك وقدكنتُ كتبتَ الوحی لرسول الله صلی الله علیه وسلم، فتتبع القرآن فاجمعه)۔ یعنی واقعہ یہ ہے کہ تم نوجوان سمجھ دار آدمی ہو ہمیں تمہارے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں ہے اور تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کتابتِ وحی کی خدمت بھی کر چکے ہو اِس لیے تم قرآن کو تلاش کر کے جمع کرو۔

حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر یہ حضرات مجھے پہاڑ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو مجھے اتنا مشکل نہ ہوتا جتنا جمع قرآن کا بار ہوا، میں نے کہا بھی کہ آپ حضرات ایسا کام کیوں کر رہے ہوں؟ جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا تھا۔ اِس پر خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ کام بہتر ہے، اور وہ بار بار یہی دہراتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اِس کام کے لیے کھول دیا جس کام کے لیے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شرحِ صدر عطا فرمایا تھا، چنانچہ میں نے کھجور کی شاخوں، پتھر کی باریک سلوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآنِ مجید کو تلاش کر کے جمع کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ سورۃُ التوبہ کی آیت: (لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِكُمْ) آخیری سورۃ تک میں نے

صرف حضرت ابو خذیمہ انصاری کے پاس پائی اُن کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں پایا، اُن کی تنہا شہادت کو رسول اللہ ﷺ نے دو آدمی کی شہادت کے قائم مقام قرار دیا تھا۔[19]

یہ اُس واقعہ کی طرف اشارہ ہے: (اللہ کے رسول ﷺ نے کسی غیر مسلم اجنبی سے اُونٹ خریدا تھا، رقم کی ادائگی سے قبل وہ انکار کیا تھا تو اُس خاص موقع پر حضرت ابو خذیمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قضیہ کو بغیر دیکھی حضور ﷺ کے حق میں گواہی دی تھی)۔

حضرت زیدؓ کا تدوینِ قرآن میں طریقہ کار:

حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمرِ فاروق اور حضرت زید بن ثابت علیہم الرضوان سب حافظِ قرآن تھے اُن کے علاوہ بھی اصحابِ کرام میں حفاظ کی کمی نہیں تھی۔ اگر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ چاہتے تو اپنے حافظہ سے پورا قرآنِ مجید لکھ دیتے یا حافظ صحابہ کرام کو جمع کر کے محض اُن کے حافظے کی مدد سے بھی قرآنِ مجید لکھا جاسکتا تھا۔ اِسی طرح صرف رسولِ مکرم ﷺ کے زمانہ کی لکھی ہوئی آیتوں سے بھی قرآنِ کریم لکھا جاسکتا تھا، لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیک وقت تمام وسائل کو بروئے کار لانے کا حکم فرمایا، خود بھی شریک رہے اور حضرت عمرِ فاروق کو بھی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ لگالیا۔

حضرت عمرِ فاروق نے اعلان فرمادیا کہ جن لوگوں نے جو کچھ بھی آیاتِ مبارکہ رسول اللہ ﷺ سے لکھی ہو وہ سب لیکر آئیں۔[20] چنانچہ جب کوئی لکھی ہوئی آیتِ مبارکہ آتی تو بلاچوں وچرا قبول نہ کی جاتی تھی بلکہ اُس پر گواہی طلب کی جاتی تھی: (وکان لایُقْبَلُ مِنْ احدٍ شیئًا حتیٰ یشْهَدُ شَاهِدَانِ)۔[21]

"یعنی اور کسی شخص سے بھی کوئی آیت اُس وقت تک قبول نہ کی جاتی تھی جب تک کہ اُس پر دو گواہ گواہی نہ دیتے (کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے سامنے لکھی گئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے اِس کی تصدیق ہو چکی ہے کہ یہ یقینی طور پر آیتِ الٰہی ہے)"۔

جمع قرآن میں چند باتوں کو مدِ نظر رکھا گیا:

۱۔ سب سے پہلے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی یادداشتِ مطہرہ سے آیاتِ مبارکہ کی تصدیق فرماتے تھے۔

۲۔ حضرت ابو بکرِ صدیق نے حضرت زید بن ثابت اور حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سرکاری طور پر یہ حکم دیا تھا کہ "آپ دونوں حضرات مسجدِ نبوی کے دروازے پر بیٹھ جائیں۔ پھر جو کوئی آپ دونوں کے پاس کتاب اللہ کی کوئی آیت دو گواہوں کے ساتھ لیکر آئے اُس کو آپ دونوں تحریر کیجیے۔[22] رسولِ مکرم ﷺ کے سامنے کتابت ہونے پر گواہیاں لی جانے کی کیا وجہ تھی؟ اِس سلسلے میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بخاری شریف کی مشہور شرح "فتح الباری" میں تحریر کرتے ہیں: (کان غَرْضُهُمْ اَن لا یُكْتَبُ اِلا منْ عَینِ ماكُتِبَ بینَ یدی النبی صلیٰ اللہ علیہ وسلم لا مِنْ مجُرَدِ الحفظِ)۔[23]

"یعنی اُن کا مقصد یہ تھا کہ صرف رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عینِ سامنے لکھی گئی آیتوں کو ہی لکھا جائے۔ محض حافظہ سے نہ لکھا جائے۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہی ایک دوسری وجہ بھی لکھی ہے کہ گواہیاں اِس بات پر بھی لی جاتی تھیں کہ دو گواہ اِس بات کی گواہی دیں کہ لکھی ہوئی آیت اُن وجوہِ (سبعہ احرف) کے مطابق ہے جن پر قرآنِ مجید نازل ہوا ہے"۔[24]

۳۔ لکھنے کے بعد صحابہ کرامؓ کے پاس موجود لکھے ہوئے مجموعوں سے ملایا جاتا، تاکہ یہ مجموعہ متفقہ طور پر قابلِ اعتماد ہو جائے۔[25] جب اجتماعی تصدیق کے ساتھ "قرآنِ مجید" کی جمع و تدوین کا کام مکمل ہو گیا تو اصحابِ کرام علیہم الرضوان نے آپس میں مشورہ کیا کہ اِس کو کیا نام دیا جائے؟ چنانچہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اِس کا نام "سِفر" رکھا، لیکن یہ نام یہودیوں کی مشابہت کی وجہ سے پاس نہیں ہو سکا۔ آخر کار "مُصحَف" نام پر تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا متفقہ طور پر اتفاق ہو گیا۔[26]

قرآنِ مجید کا یہ متفقہ علیہ نسخہ حضرت ابو بکرِ صدیق کے پاس اُن کی وفات تک موجود رہا، اُس کے حضرت عمرِ فاروق کے پاس رہا، جب اُن کی شہادت ہوئی تو اُم المؤمنین حضرت حفصہ بنتِ عمر فاروق کے پاس محفوظ رکھا گیا، جیسا کہ بخاری شریف کے حوالے سے گذر چکا ہے کہ خلیفہ سوم حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "مُصحَف" کو اُن کے پاس سے ہی منگوا کر نقول تیار کرائے تھے۔

نسخہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی خصوصیت:

دیگر اصحابِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پاس بھی قرآنِ حکیم لکھا ہوا تھا، لیکن جن خصوصیات کا حامل حضرت ابو بکرِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ والا اجماعی نسخہ تھا، اُسے دوسرے سارے نسخے خالی تھے، اِسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے درمیان اُسے "اُم" کہا جاتا تھا، اور اُسی مصحفِ صدیقی کی چند اہم اور قابلِ ذکر خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ ہر سُورت الگ الگ لکھا گیا تھا، لیکن ترتیب بعینہ وہی تھی جو سرکارِ دوعالم ﷺ نے بتائی تھی۔[27]

۲۔ اُس نسخہ میں ساتوں حروفِ قرآنی بیک وقت جمع تھے جن پر قرآنِ مجید کا نزولِ رحمت ہوا تھا۔[28]

۳۔ یہ نسخہ خطِ "حِیرَیٰ" میں لکھا گیا تھا، (تاریخ القرآن، از مولانا عبد الصمد صارم، ص:۴۳)

۴۔ اُس نسخہ میں صرف وہ آیاتِ مبارکہ لکھی گئی تھیں جن کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی تھی۔

۵۔ مُصحفِ صدیقی کو لکھوانے کا اصل مقصد یہ تھا کہ ایک مرتبہ یہ نسخہ اُمتِ محمدیہ کی "اجماعی تصدیق" سے تیار ہو جائے تاکہ بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت اُس کی طرف زیادہ سے زیادہ رجوع کرنے کا رجحان پیدا ہو جائے۔[29]

۶۔ اُس نسخہ میں قرآنِ مجید کی تمام سورتوں کو ایک ہی تقطیع اور سائز میں لکھوا کر ایک ہی جلد میں مُجلد کرایا گیا تھا۔ اور یہ کام حکومت کی طرف سے سرکاری طور پر انجام دیا گیا تھا۔ اور یہ بابرکت کام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ ہو پایا تھا۔

(وكان القرآنُ فيها مُنتشِرا فَجَمَعَهَا جامع وربطها بخيط)۔[30]

یعنی اور (رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے گھر میں قرآنِ مجید کی مکمل یادداشتوں کا ذخیرہ تھا) اِس میں (قرآنی سورتیں) الگ الگ لکھی ہوئی تھیں۔ پس اِس کو (حضرت ابو بکر صدیق کے حکم سے) جمع کرنے والے (حضرت زید بن ثابت) نے ایک جگہ ساری سورتوں کو جمع کر دیا اور ایک دھاگا سے سب کی شیرازہ بندی کر دی۔ قرآنِ مجید کا یہ متفق علیہ نسخہ حضرت ابو بکر صدیق کے پاس رہا جب اُن کا وصال ہوا تو حضرت عمر فاروق کے پاس محفوظ رہا۔ جب اُن کو شہید کر دیا گیا تو (وصیت کے مطابق) آپ کی بیٹی اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس محفوظ رکھا گیا تھا۔[31]

عہدِ عثمانی میں اُمت کو ایک قراءۃ پر جمع کرنا:

جس طرح سیدنا ابو بکرِ صدیق کا سب سے بڑا کارنامہ جمعِ قرآن ہے، اِسی طرح سیدنا عثمانِ غنی کا سب سے بڑا کارنامہ پوری امتِ مسلمہ کو قرآنِ مجید کے اُس متفق علیہ نسخہ پر جمع کرنا ہے جو عہدِ صدیقی میں تیار کیا گیا تھا، اِس کارِ خیر کی وجہ سے انہوں نے امتِ مسلمہ کا شیرازہ پاش پاش ہونے سے بچالیا۔ اِس کی تفصیل یہ ہے کہ بالکل ابتداء (عہدِ صدیقی) میں مضمون اور معنی کی حفاظت کرتے ہوئے الفاظِ قرآنی میں ادنیٰ تبدیلی کے ساتھ پڑھنے کی اجازت بھی دی گئی تھی۔ (مناہلُ العرفان) جب حضرت عثمانِ غنی کا زمانہ آیا اور اسلام کا دائرہ کافی وسیع ہو گیا تو جن لوگوں نے مذکورہ بالا رعایتوں کی بنیاد پر اپنے اپنے قبائلی اور انفرادی لہجوں یا مختلف متواتر تلفظ کے لحاظ سے قرآنِ حکیم کے مختلف نسخے لکھے تھے، اُن کے درمیان شدید اختلاف رُونما ہو گیا یہاں تک کہ ایک دوسرے کی تکفیر کی جانے لگی تو اصحابِ کرام کے مشورے سے حضرت عثمانِ غنی نے حضرت ابو بکرِ صدیق کے تیار کردہ متفق علیہ نسخہ پر اُمت کو جمع کیا اور اُس کے علاوہ دیگر تمام نسخوں کو طلب کر کے نذرِ آتش کر دیا گیا تاکہ "نہ رہے بانس نہ بجے بانسری" چنانچہ (قراءاتِ قرآنیہ کے جواز کو مدِ نظر رکھتے ہوئے) اختلاف جڑ سے ختم ہو گیا۔ تفصیل کے لیے دیکھئے تدوینِ قرآن، ص: ۴۴-۴۵؛ تحفۃُ الالمعی، ج ۷، ص: ۹۴-۹۵، اور مناہلُ العرفان وغیرہ۔

تدوینِ قرآنِ مجید پر کام کی نوعیت:

خلیفہ سوم حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حفصہ کے پاس سے سیدنا ابو بکرِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تیار کردہ نسخہ یہ کہہ کر منگوایا کہ ہم اِس سے نقل تیار کر کے اصل آپ کو واپس کر دیں گے، چنانچہ حضرت حفصہ نے وہ نسخہ اِرسال فرمایا تو حضرت عثمانِ غنی نے تین قریشی اور چوتھے انصاری صحابی کو بلا کر پانچ یا سات نسخے لکھنے کا حکم صادر فرمایا، قریشی صحابی حضرت عبد اللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبد الرحمان بن الحارث بن ہشام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے اور انصاری صحابی سے مراد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اُن سب کو حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ہدایت دی تھی کہ آپ حضرات کا اگر کسی جگہ رسمُ الخط میں حضرت زید بن ثابت سے اِختلاف ہو جائے تو اُس لفظ کو قریش کے رسمُ الخط کے مطابق لکھیں اِس لیے کہ قرآنِ مجید قریش کی لغت میں نازل ہوا ہے۔[32]

معتبر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پورے قرآنِ کریم کے کسی لفظ میں بھی اُن لوگوں کا اختلاف نہیں ہوا، مگر سورۃُ البقرۃ میں ایک لفظ "التابوت" ہے اِس کے بارے میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے گول "ۃ" سے لکھنے کی

تھی اور حضرت سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ لمبی "ت" سے لکھنا چاہتے تھے۔ جب یہ بات حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچی تو آپ نے لمبی "ت" کے ساتھ لکھنے کا حکم صادر فرمایا۔[33]

واضح رہے کہ مذکورہ بالا چار صحابہ کرام علیہم الرضوان "مجلسِ کتابت" کے اساسی رکن بھی تھے۔ اِن کے علاوہ دوسرے حضرات کو بھی ان کے ساتھ لگایا گیا تھا۔ فتح الباری میں تذکرہ کیا گیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریش اور انصار کے بارہ افراد کو اِس کارِ خیر کے لیے جمع فرمایا تھا، اِن میں مذکورہ چاروں حضرات کے علاوہ حضرت اُبی بن کعب، حضرت مالک بن ابی عامر، حضرت کثیر بن افلح، حضرت انس بن مالک اور عبد اللہ بن عباس رضوان تعالیٰ علیہم اجمعین خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔[34]

عہدِ عثمانی میں تیار کردہ نسخوں کی خصوصیات:

ا۔ حضرت ابو بکرِ صدیق کے عہدِ خلافت میں جو نسخہ تیار ہوا تھا اُس میں ساری سورتیں الگ الگ لکھی گئی تھیں۔ حضرت عثمانِ غنی نے تمام سورتوں کو اُسی ترتیب سے یکے بعد دیگرے ایک ہی مُقدس مُصحف میں لکھوایا۔[35]

2۔ قرآنِ کریم ایسے رسمُ الخط میں لکھا گیا کہ ممکن حد تک قراءاتِ متواترہ مشہورہ اُس میں سما جائیں۔[36]

3۔ حضرت عثمان بن عفان نے جن حضرات کو قرآن کا نسخہ تیار کرنے کے لیے مامور فرمایا تھا، اُن حضرات نے اُسی نسخہ کو بنیاد بنایا تھا جو حضرت ابو بکرِ صدیق کے زمانہ میں تیار کیا گیا تھا، اِس کے ساتھ مزید احتیاط کے لیے وہی طریقہ اختیار فرمایا گیا جو حضرت ابو بکرِ صدیق کے دورِ بابرکت میں اختیار کیا گیا تھا، چنانچہ رسولِ مکرم ﷺ کے عہدِ پُرنور کی متفرق تحریریں جو مختلف صحابہ کرام کے پاس محفوظ تھیں، اُنہیں دوبارہ طلب کیا گیا اور اُن کے ساتھ از سرِ نو تقابل کر کے یہ نسخے تیار کیے گئے۔[37]

عہدِ عثمانی میں تیار کردہ نسخوں کی تعداد:

اِس بارے میں دو مشہور اقوال ہیں: ایک یہ ہے کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانچ نسخے تیار کرائے تھے۔ یہی قول زیادہ مشہور ہے۔[38] اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سات نسخے تیار کرائے تھے: ایک نسخہ مدینہ منورہ میں رکھا گیا (جو خلیفۃُ المسلمین بذاتِ خود تلاوت فرماتے تھے) اور بقیہ مکہ مکرمہ، شام، کوفہ، بصرہ، یمن اور بحرین میں ایک ایک کر کے اِرسال کیا گیا۔ یہ قول امام ابی داود رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ سے امام ابو حاتم السجستانی نے نقل کیا۔[39]

صحابہ کرام کے پاس دیگر مصاحف:

حضرت عثمان بن عفان نے صحابہ کرام اور تابعینِ عظام کے پاس موجود تمام نسخوں کو نذرِ آتش کرنے کا حکم نافذ کر دیا گیا۔[40] تاکہ امتِ مسلمہ ایک ہی رسمُ الخط پر متفق ہو جائے اور امتِ مرحومہ کی شیرازہ بندی بھی باقی رہے۔ اُس وقت موجود بلا استثناء تمام اصحابِ کرام نے حضرت عثمان بن عفان کے اِس کارنامے کی بھرپور تائید اور حمایت کی اور خوب خوب سراہا بھی تھے۔

عہدِ صدیقی والا نسخہ قرآن:

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُم المؤمنین حضرت حفصہ بنتِ عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حضرت سیدنا ابو بکرِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ والا نسخہ (دوبارہ واپسی کے وعدے سے) منگوا کر دیگر قرآنی نسخے تیار کیے گئے تھے۔[41] اِس لیے اُس سے نقلیں تیار کر کے حسبِ وعدہ واپس کر دیا گیا تاکہ خلیفۃُ المسلمین وعدہ خلافی کی ضد میں نہ آئیں۔[42]

حوالہ جات

1۔ سورۃ حٰم السجدۃ ۴۱:۴۲۔

2۔ سورۃ الحجر ۱۵:۹۔

3۔ سورۃ القیامۃ ۷۵:۱۷-۱۸-۱۹

4۔ مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح المسلم، (کتاب التفسیر، رقم الحدیث: ۳۱۲۵)۔

5۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، (حاشیۃ، ج۲، ص:۷۴۵)۔

6۔ سورۃ القیامۃ ۷۵:۱۷۔

7۔ ندوی، شاہ معین الدین احمد مختصر کنز، ص:۴۸۔

8۔ الہیثمی، ابوالحسن نورالدین، مجمع الزوائد، ج۷، ص:۱۵۷۔

9۔ القادری، علاء الدین بن قاضی خان، کنزالعمال، ج۲، ص:۴۰۔

10۔ الہیثمی، ابوالحسن نورالدین، مجمع الزوائد، ج۱، ص:۶۰۔

11۔ الصابونی، محمد علی، التبیان فی علوم القرآن، ص:۴۹۔

12۔ العسقلانی، شہاب الدین بن حجر، فتح الباری، ج۹، ص:۱۷۔

13۔ الزرقانی، محمد عبدالعظیم، مناہل العرفان فی علوم القرآن، ص:۴۳۔

14۔ الصابونی، محمد علی، التبیان فی علوم القرآن، ص:۴۹؛ فتح الباری، ج۹، ص:۲۷۔

15۔ ابوالحسن علی بن عمر، سنن دار قطنی، (باب نہی المحدث عن مس القرآن، ج۱، ص:۱۲۳)۔

16۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، (کتاب الجہاد، ج۱، ص:۴۱۹)۔

17۔ السیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ج۱، ص:۷۷۔

18۔ ایضا، ج۱، ص:۷۶۔

19۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، ج۲، ص:۷۴۵-۷۴۶۔

20۔ العسقلانی، شہاب الدین بن حجر، فتح الباری، ج۹، ص:۱۷۔

21۔ السیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ج۱، ص:۷۷۔

22۔ العسقلانی، شہاب الدین بن حجر، فتح الباری، ج۹، ص:۱۷؛ اتقان، ج۱، ص:۷۷۔

23۔ ایضا

24۔ العسقلانی، شہاب الدین بن حجر، فتح الباری، ج۹، ص:۱۷؛ اتقان، ج۱، ص:۷۷۔

25۔ الزرکشی، ابوعبداللہ بدرالدین، البرہان فی علوم القرآن، ج۱، ص:۲۳۸۔

26۔ السیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ج۱، ص:۷۷۔

27۔ العسقلانی، شہاب الدین بن حجر، فتح الباری، ج۹، ص:۲۲۔

28۔ الزرقانی، محمد عبدالعظیم، مناہل العرفان فی علوم القرآن، ج۱، ص:۲۴۶۔

29۔ عثمانی، مفتی محمد تقی، علوم القرآن، ص:۱۸۶۔

30۔ السیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ج۱، ص:۸۳۔

31۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، ج۲، ص:۷۴۶۔

32۔ العسقلانی، شہاب الدین بن حجر، فتح الباری، ج۹، ص:۲۲۔

33۔ الذہبی، شمس الدین، سیر اعلام النبلاء، ج۲، ص:۴۴۱-۴۴۲۔

34۔ العسقلانی، شہاب الدین بن حجر، فتح الباری، ج۹، ص:۲۳۔

35۔ ایضا، ج۹، ص:۲۲۔

36۔ الزرقانی، محمد عبد العظیم، مناہل العرفان فی علوم القرآن، ج۱، ص:۲۵۳۔

37۔ عثمانی، مفتی محمد تقی، علوم القرآن، ص:۱۹۱۔

38۔ العسقلانی، شہاب الدین بن حجر، فتح الباری، ج۹، ص:۲۴۔

39۔ ایضا، ج۹، ص:۲۵۔

40۔ ایضا، ج۹، ص:۱۳۔

41۔ ایضا، ج۹، ص:۱۹۔

42۔ ایضا، ج۹، ص:۱۳۔